دینی احکام پر مشتمل احادیث کا انمول ذخیرہ

بُلُوغُ المَرَامِ

مِنْ أَدِلَّةِ الأَحْكَامِ

مترجم

مؤلفہ علامہ کبیر محدّث شہیر حافظ احمد بن علی بن محمد ابو الفضل

ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ

۷۷۳ھ ——— ۸۵۲ھ

ناشر

میر محمد، کتب خانہ مرکزِ علم و ادب آرام باغ کراچی
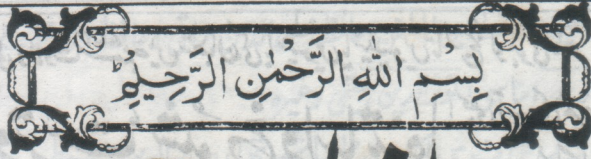
حیات حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ

مولینا محمد عبد الرشید نعمانی

نام و نسب

احمد نام، ابوالفضل کُنیت، شہاب الدین لقب اور ابن حجر عرف ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے :۔
احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد الکنانی العسقلانی المصری ثم القاہری الشافعی، الضوء اللامع اور شذرات الذہب میں یہی مذکور ہے، لیکن حافظ ابن فہدنے لحظ الالحاظ میں اور علامہ سیوطیؒ نے ذیل طبقات الحفاظ میں اس طرح بیان کیاہے۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی محمود بن احمد بن احمد۔

حجر حسب تصریح سخاوی آپ کے آباء واجداد میں سے کسی کا لقب ہے، نسلاً آپ بنو کنانہ میں سے ہیں جو عرب کا مشہور قبیلہ ہے آپ کے بزرگ اصل میں عسقلان کے رہنے والے تھے جو فلسطین کے اطراف میں ساحل سمندر پر شام کا مشہور شہر ہے۔ اس نسبت سے آپ عسقلانی مشہور ہیں۔ ورنہ آپ کی ولادت مصر میں ہوئی، یہیں نشوونما پائی، زندگی کی بہار دیکھی اور آخر یہیں سپردِ خاک کیے گئے۔

لہ اس تذکرہ کے مرتب کرتے وقت حسب ذیل کتابیں ہمارے پیشِ نظر تھیں :۔ (۱) لحظ الالحاظ بذیل تذکرۃ الحفاظ از حافظ ابوالفضل تقی الدین بن فہد مکی شافعی علوی المتوفی ۸۷۱ھ مطبوعہ مطبع توفیق دمشق ۱۳۴۷ھ اس کتاب میں حافظ صاحب کا تذکرہ سب سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، ابن فہد حافظ صاحب کے شاگرد بھی تھے۔ (۲) الضوء اللامع لاہل القرن التاسع از حافظ ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ مطبوعہ مصر ۱۳۵۴ھ، سخاوی حافظ صاحب کے تلمیذ خاص ہیں۔ (۳) التبر المسبوک فی ذیل السلوک یہ بھی سخاوی ہی کی تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں مصر کے مطبع بولاق میں چھپی تھی، فتح الباری کا جو نسخہ اسی مطبع میں ۱۳۰۰ھ میں طبع ہوا ہے اس کی ابتداء میں بھی التبر المسبوک سے حافظ صاحب کا پورا ترجمہ منقول ہے اور اس وقت وہی ہمارے پیش نظر ہے۔ (۴) ذیل طبقات الحفاظ از حافظ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ مطبوعہ مطبع توفیق دمشق ۱۳۴۷ھ۔ (۵) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون از ملّا کاتب چلپی المتوفی ۱۰۶۷ھ مطبوعہ استنبول ۱۳۶۰ھ (۶) شذرات الذہب فی اخبار من ذہب از مورخ عبدالحیؒ بن العماد حنبلی المتوفی ۱۰۸۹ھ ۔۔۔۔ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ (۷) اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء والمحدثین از نواب صدیق حسن خان قنوجی المتوفی ۱۳۰۷ھ مطبوعہ مطبع نظامی ۱۲۸۸ھ (۸) تذہیب التاج اللجینی فی ترجمۃ البدر العینی از محدث ناقد شیخ محمد زاہد کوثری المتوفی ۱۳۷۱ھ۔ یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری مگر اس کا خلاصہ جو عمدۃ القاری فی شرح البخاری مطبوعہ مطبع منیریہ مصر کے اول میں "ترجمہ صاحب عمدۃ القاری" کے نام سے شائع ہوا ہے وہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے (۹) التعلیق علی الذیول، یہ علامہ کوثری کے وہ حواشی ہیں جو انھوں نے ابن فہد اور سیوطی کے ذیل پر لکھے ہیں۔ اور انہی کے ساتھ طبع ہوئے ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت ۷۷۳ھ میں شعبان کی بائیسویں[1] یا تیئیسویں تاریخ کو ہوئی۔

سن رشد تعلیم و تربیت، شیوخ و اساتذہ

ابھی آپ کی عمر چار برس ہی کی تھی کہ رجب ۷۷۷ھ میں پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور آپ یتیم ہو گئے آپ کے والد کے اوصیاء میں سے ایک صاحب تھے زکی الدین خروبی انھوں نے اس یتیمی کی حالت میں آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لیا اور بڑے ہونے تک انہی کے زیر کفالت رہے، جب پورے پانچ برس کے ہو لئے تو مکتب میں داخل کئے گئے، نو برس کی عمر میں صدر الدین سفطی شارح مختصر تبریزی کے پاس قرآن پاک حفظ کر لیا۔ قرآن پاک کے علاوہ درسی کتابوں میں سے حسب ذیل کتابیں بھی آپ نے زبانی یاد کی تھیں۔ حدیث میں عمدۃ الاحکام مؤلفہ حافظ عبد الغنی مقدسی المتوفی ۶۶۵ھ فقہ شافعیہ میں الحاوی الصغیر مؤلفہ شیخ نجم الدّین عبد الغفار بن عبد الکریم قزوینی المتوفی ۶۶۵ھ، اصول فقہ میں مختصر ابن الحاجب المتوفی ۶۴۶ھ، اصول حدیث میں الفیہ عراقی المتوفی ۸۰۶ھ، اور نحو میں ملحۃ الاعراب مؤلفہ: ابو محمد قاسم بن علی الحریری المتوفی ۵۱۶ھ، سخاوی نے ان پانچوں کتابوں کے نام لے کر وغیرہا بھی لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کچھ یاد کیا تھا۔

۷۸۴ھ کے آخر میں جب کہ آپ گیارہ سال کے تھے اپنے وصی کی معیت میں حج بیت اللہ کے لئے گئے اور ایک سال تک جوارِ حرم ہی میں مقیم رہے، مکہ معظّمہ کے زمانۂ قیام میں شیخ عفیف الدین عبد اللہ بن محمد النشاوری سے صحیح بخاری کا سماع کیا، فن حدیث میں یہ آپ کے پہلے استاذ ہیں جن سے آپ نے حدیث شروع کی تھی، اسی زمانہ میں حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ المتوفی ۸۱۷ھ سے عمدۃ الاحکام خوب بحث کے ساتھ پڑھی اور اسی سال یعنی ۷۸۵ھ میں مسجد حرام میں نماز تراویح میں قرآن پاک سُنایا ۷۸۶ھ میں مصر لوٹے اور عبد الرحیم بن زرین سے صحیح بخاری کا سماع کیا پھر ۷۹۰ھ کے بعد مصر ہی میں وہاں کے مقامی شیوخ اور باہر کے آنے والے محدّثین کی ایک بڑی جماعت سے جن کی اسناد عالی تھی۔ حدیث کا بہت کچھ سماع کیا، ان حضراتِ اساتذہ میں ابن ابی المجد، برہان شامی، عبد الرحمٰن بن شیخہ، حلاوی، سویداوی، مریم بنت اذرعی، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ز ان بعد ۸۰۲ھ میں آپ نے دمشق کا سفر کیا اور وہاں آپ کو بعض وہ اساتذہ ملے جو قاسم بن عساکر اور حجّار کے شاگرد تھے اور جن کو تقی الدین سلیمان بن حمزہ اور اسی طبقہ کے دیگر محدثین سے اجازت حاصل تھی۔

آپ نے کئی حج کئے اور طلب حدیث میں بہت سے شہروں کا سفر کیا، حافظ ابن فہد نے اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے نام لکھے ہیں، حرمین، اسکندریہ، بیت المقدس، الخلیل، نابلس، رملہ، غزہ، بلادِ یمن وغیرہ، مؤرخ ابن العماد نے آپ نے جہاں جہاں اس فن کی تحصیل کی ہے وہاں کے مشہور اساتذہ کے نام بھی گنائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

[1] الضوء اللامع اور شذرات میں ۲۲ر شعبان مذکور ہے اور لحظ الالحاظ اور اتحاف النبلاء میں ۲۳ر شعبان لکھا ہے۔

قاہرہ: سراج الدین بلقینی، حافظ ابن الملقن، حافظ زین الدین عراقی (حافظ ابن حجر نے ان حضرات سے فقہ کی تعلیم بھی پائی تھی) برہان الدین ابناسی، نور الدین ہیثمی وغیرہ۔

سریاقوس: (قاہرہ کے اطراف میں ایک چھوٹا سا شہر تھا) صدر الدین البشیطی

غزہ: احمد بن محمد خلیلی۔

رملہ: احمد بن محمد الایکی۔

الخلیل: صالح بن خلیل بن سالم۔

بیت المقدس: شمس الدین القلقشندی، بدر الدین بن مکی، محمد المنبجی، محمد بن عمر بن موسیٰ۔

دمشق: بدر الدین بن قوام بالسی، فاطمہ بنت المنجا تنوخیہ، فاطمہ بنت عبد الہادی، عائشہ بنت عبد الہادی وغیرہ۔

منیٰ: زین الدین ابوبکر بن الحسین۔

شذرات میں آپ کے سلسلۂ سفر میں یمن کا بھی ذکر ہے لیکن وہاں کے کسی شیخ کا نام نہیں لکھا، حافظ سخاوی نے لکھا ہے کہ جوان ہونے کے بعد آپ نے حسب ذیل علماء سے مندرجہ ذیل علوم کی تحصیل کی تھی۔

شمس الدین بن القطان: ان کو بھی آپ کے والد وصی کر گئے تھے، فقہ، عربیت اور حساب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں ایک مدّت تک آپ نے ان کی ملازمت اختیار کی، حاوی کا بیشتر حصہ بھی ان ہی سے پڑھا تھا۔

نور الدین ادمی: ان سے بھی مدّت تک فقہ و عربیت کی تحصیل کرتے رہے۔

سراج الدین بلقینی: مدّت تک ان خدمت میں رہے اور ان کے فقہ کے اسباق میں حاضر ہوتے رہے۔

حسب ذیل کتابیں ان کے پاس پڑھیں (۱) الروضۃ فی فروع الشافعیہ از علامہ نووی المتوفی ۶۷۶ھ (۲) خود بلقینی نے اس کتاب پر جو حواشی لکھے تھے وہ (۳) مختصر مزنی۔ اس کی قراءت شمس الدین برماوی کرتے تھے اور یہ سُنتے تھے، درس و افتاء کی اجازت بھی سب سے پہلے حافظ صاحب کو ان ہی نے دی تھی۔

برہان الدین ابناسی: ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور منہاج وغیرہ کو خوب بحث سے پڑھا، چونکہ موصوف کو آپ کے والد بزرگوار سے خصوصی تعلّق تھا اس لئے بڑے عرصہ تک ان کی خدمت میں حاضر رہے۔

سراج الدین ابن الملقنؒ: انھوں نے منہاج پر جو شرح لکھی اس کا اکثر حصّہ انہی سے پڑھا۔

عزّ الدین بن جماعہ: جن علوم کا یہ درس دیتے تھے ایک زمانہ تک ان کی تحصیل کے سلسلہ میں ان کی خدمت میں حاضر رہے اور حسب ذیل کتابیں ان سے پڑھیں (۱) شرح المنہاج الاصلی (۲) جمع الجوامع (۳) شرح جمع الجوامع از عزّ الدین مذکور (۴) مختصر ابن الحاجب (۵) شرح مختصر ابن الحاجب از عضد الدین ایجی، اس کا نصف اول (۶) مطول۔

علماء مذکورین کے علاوہ ہمام الدین خوارزمی، قنبر عجمی کے درسوں میں حاضر رہے اور بدر الدین بن طبندی، ابن الصاحب، شہاب الدین احمد بن عبداللہ بوصیری اور جمال الدین ماردانی موقت وحاسب سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کی. مجد الدین فیروز آبادی صاحبِ قاموس سے علم لغت حاصل کیا، غماری اور محب الدین بن ہشام سے عربیت سیکھی، بدر الدین بشتکی سے ادب وعروض وغیرہ کی تعلیم پائی، ابو علی زفتاوی اور نور الدین بداصی سے کتابت کو سیکھا. تنوخی سے فن قرارت اخذ کیا اور المفلحون تک ان کے پاس سبعہ کی قرارت کی، تجوید اس سے پہلے دیگر حضرات کے پاس حاصل کر چکے تھے. حافظ سخاوی ان اساتذہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"ان میں سے ہر ایک اپنے علم میں متبحر تھا اور جس فن میں اس کی شہرت تھی اس پایہ کا تھا کہ دوسرا اس کو نہیں پا سکتا تھا، چنانچہ تنوخی معرفت قراءات اور اس کی عالی اسناد میں اور عراقی علوم حدیث اور اس کے متعلقات میں، اور ہیثمی حفظ متون اور استحضار میں اور بلقینی وسعتِ حفظ اور کثرتِ اطلاع میں اور ابن الملقن کثرتِ تصانیف میں اور مجد فیروز آبادی حفظِ لغت اور اس کی معلومات میں اور غماری علم عربیت اور اس کے متعلقات میں اور اسی طرح محب الدین بن ہشام کہ وہ بھی کثرتِ ذکاوت کے باعث اس فن پر بڑی قدرت رکھتے تھے اور غماری حفظ میں بڑھے ہوئے تھے اور عز الدین بن جماعہ بہت سے علوم میں تفنن کی بناء پر (کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں پندرہ علوم ایسے پڑھاتا ہوں کہ علماء زمانہ ان کے نام تک سے واقف نہیں) ایسے ہی تھے"

حافظ صاحب نے سارے فنون نہایت محنت سے پڑھے تھے اور ان میں وہ کمال بہم پہنچایا تھا کہ بایدوشاید. سخاوی لکھتے ہیں:-

وجد فی الفنون حتے بلغ الغایة۔ آپ نے فنون میں پوری کوشش کی اور نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچے.

پھر حق تعالیٰ شانہ، نے آپ کے دل میں علم حدیث کی محبت ڈالی اور آپ بالکلیہ اس کی طرف متوجّہ ہو گئے یوں تو بقول سخاوی آپ نے ۷۹۳ھ ہی میں طلبِ حدیث شروع کر دی تھی لیکن پوری توجہ اس کی طرف آپ نے ۷۹۶ھ میں کی اور اس کثرت سے اس فن کی کتابوں کا سماع کیا اور لاتنے کثیر مشائخ سے اس علم کو اخذ کیا کہ ان کا شمار مشکل ہے. ابن فہد لکھتے ہیں:-

ومسموعاته ومشائخه کثیرة جداً لاتوصف ولاتدخل تحت الحصر — ان کی مسموعات اور ان کے مشائخ کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے جو بیان سے باہر ہے اور شمار میں نہیں آسکتی.

سخاوی کا بیان ہے:-

واکثر جداً من المسموع والشیوخ فسمع العالی والنازل واخذ عن الشیوخ والاقران فمن دونهم۔ — انھوں نے مسموع اور شیوخ کی بہت ہی کثرت کی چنانچہ عالی بھی سنا اور نازل بھی، اساتذہ سے بھی اخذ کیا اور معاصرین سے بھی بلکہ ان سے نیچے کے طبقے سے بھی.

ان ہی معاصرین میں ایک قابل ذکر ہستی شیخ الاسلام حافظ بدر الدین محمود عینی شارح بخاری المتوفی ۸۵۵ھ کی ہے کہ جو حافظ ابن حجرؒ سے عمر میں بارہ سال بڑے تھے اور آپ کی وفات کے تین سال بعد تک زندہ رہے۔ حافظ عینی میں اور آپ میں معاصرانہ چشمک بھی تھی، لیکن اس کے باوجود حافظ ابن حجر نے آپ سے بہت کچھ اخذ فیض کیا ہے۔ صحیح مسلم کی دو۲ حدیثیں اور مسند احمد کی ایک حدیث آپ سے سُنی ہے اور اپنی تصنیف البلدانیات میں حافظ عینی سے ان حدیثوں کی روایت بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے المجمع المؤسس للمعجم المفہرس کے طبقہ ثالثہ میں اپنے اساتذہ کے ضمن میں حافظ عینی کا مختصر سا تذکرہ بھی لکھا ہے:۔

بلاشبہ حافظ صاحب نے علم حدیث میں بے شمار اساتذہ سے کسب فیض کیا تھا۔ لیکن خصوصی طور پر جن نے اس فن میں ان کی تربیت کی وہ حافظ زین الدین عراقی ہیں (جن کو اس فن کا ملکہ حافظ ابن الترکمانی حنفی مصنف الجوہر النقی کی زیر تربیت حاصل ہوا تھا) سخاوی لکھتے ہیں:۔

فعکف علی الزین العراقی و تخرج به وانتفع بملازمته۔

پھر آپ زین الدین عراقی کے آستانہ پر فروکش ہوئے ان سے ہی اس فن کی تربیت پائی اور ان ہی کی ملازمت سے نفع اُٹھایا۔

حافظ عراقی سے آپ نے اس فن کی (حسب تصریح سخاوی والکثیر من الکتب الکبار والاجزاء الصغار) چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں پڑھیں اور خود ان کی تصانیف میں سے بھی حسب ذیل کتابیں خوب سمجھ کر اور نہایت تحقیق کے ساتھ ان سے پڑھی تھیں (۱) الفیہ (۲) شرح الفیہ (۳) نکت علی ابن الصلاح اس کے علاوہ ان کی امالی کا بھی ایک بڑا حصہ ان سے حاصل کیا تھا بعض امالی میں ان کے مستملی بھی ہوتے تھے۔ حافظ عراقی ہی نے سب سے پہلے آپ کو حدیث پڑھانے کی اجازت دی تھی۔

حافظہ اور ذکاوت

قوتِ حافظہ اور ذکاوت خداداد تھی، ابن فہد نے لکھا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ نے پوری سورۃ مریم ایک دن میں یاد کی تھی، حاوی صغیر کا پورا صفحہ دو دفعہ کے پڑھنے سے یاد ہو جاتا تھا۔ پہلی دفعہ استاذ سے صحیح کر کے پڑھتے دوبارہ خود پڑھتے اور تیسری دفعہ زبانی سُنا دیتے۔

ذکاوت ایام طالب علمی ہی میں عیاں تھی۔ حافظ ابن فہد لکھتے ہیں:۔

وکان احسن اللہ تعالیٰ الیه فی حال طلبه مفیدًا فی ذی مستفید۔

اللہ ان کا بھلا کرے کہ یہ عہد طالب علمی ہی میں مفید بصورتِ مستفید تھے۔

علم و فضل

حافظ صاحب کو مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل تھا، سب سے پہلے ادب و تاریخ پر توجہ کی تھی اس کے بارے میں ابن فہد کی شہادت ہے ففاق فی فنونهما

ادب وتاریخ دونوں کے فنون میں آپ فائق تھے، فقہ اور عربیت کے متعلق ابن العماد کے الفاظ ہیں۔

وبرع فی الفقه والعربیة آپ فقہ اور عربیت میں ممتاز تھے۔ شعر وسخن کا فطری ذوق تھا۔ بچپن سے شاعری خمیر میں پڑی تھی بڑے عمدہ شعر کہتے تھے، ابن العماد کا بیان ہے۔

وتولع بالنظم وقال الشعر الکثیر الملیح الی الغایة۔ شاعری کے دلدادہ تھے۔ بہت شعر کہے جو انتہا درجہ کے نمکین تھے۔

ابن العماد نے آپ کے اوصاف کمال میں خصوصیت کے ساتھ یہ الفاظ لکھے ہیں روایة للشعر شعر بہت روایت کرتے تھے، ابن فہد آپکی شاعری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقال الشعر الحسن الذی هو ارق من النسیم وطارح الادباء۔ ایسے عمدہ شعر کہے کہ جو نسیم سحر سے بھی زیادہ دلآویز ہیں، اور ادیبوں سے دنگل رہا۔

نمونۂ کلام ملاحظہ ہو ابن فہد نے آپ کے قصیدہ کا ایک مطلع نقل کیا ہے۔

مازلت فی سفن الهوی تجری بی ٭ لا نافعی عقلی ولا تجریبی ٭ میں محبت کے سفینوں میں برابر بہتا ہی رہا، نہ میری عقل نے مجھے کچھ کام دیا نہ تجربے نے

ابن العماد نے آپ کے دیوان سے دو شعر نقل کئے ہیں :۔

احببتُ وَقَّادًا کنجمٍ طالعٍ ٭ اَنزلتُه برضا الغرام فوادی

(میں نے اس سے محبت کی ہے جو نکلنے والے تارے کی طرح دمکتا ہے اور فرط شوق میں چاہت سے اسکو اپنے دل میں اتارا ہے)

وانا الشهابُ فلا تُعانِدُ عاذِلی ٭ اِن مِلتُ نحو الکوکبِ الوقّادِ

(اور میں شہاب[1] ہوں اس لئے اگر کوکب درخشاں پر مائل ہوگیا تو اس بات سے میرے ناصح کو عناد نہ ہونا چاہیئے)

اور حدیث میں تو حافظ صاحب کا جو پایہ ہے محتاج بیان نہیں، حافظ سیوطی لکھتے ہیں :۔

وبرع فی الحدیث وتقدم فی جمیع فنونه (حدیث میں ممتاز ہوتے اور اسکے سارے فنون میں مقدم رہے)

اس میں شک نہیں کہ علم حدیث حافظ صاحب کا خاص فن تھا اور انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ اسی مبارک مشغلہ کی نذر کیا تھا، جس کی بدولت آج بھی وہ حافظ حدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں بعد کو محدث اور تیسرے نمبر پر فقیہہ، علامہ ابن العماد نے آپکے بارے میں یہ بالکل صحیح نقل کیا ہے کہ

کان شاعرا طبعا محدثا صناعة فقیها تکلفا۔ آپ طبعاً شاعر تھے فن کے اعتبار سے محدث اور فقیہہ بہ تکلف۔

وجہ ظاہر ہے شعر کا سلیقہ فطری تھا، حدیث کو بحیثیت فن حاصل کیا تھا اور فقہ میں محنت کرنی پڑی تھی۔

---

[1] سابق میں گزر چکا کہ حافظ صاحب کا لقب شہاب الدین ہے۔

اجلہ علماء کا اعتراف

حافظ سخاوی، الضوء اللامع میں لکھتے ہیں کہ:۔
"آپ کے حفظ، ثقاہت، امانت، معرفت تامہ، خوبی ذہن، فرط ذکاء اور مختلف فنون میں وسعت نظر کی شہادت قدماء نے دی ہے۔ آپ کے استاد عراقی نے اپنے تمام تلامذہ میں آپ کو حدیث کا سب سے بڑا عالم فرمایا تھا۔ تقی الدین فاسی اور برہان الدین حلبی دونوں کی متفقہ شہادت ہے کہ ما رأینا مثله (ہم نے ان جیسا نہ دیکھا) ایک بار فاضل تغری برمش فقیہ نے آپ سے دریافت کیا تھا ارأیت مثل نفسك (آپ نے بھی اپنا مثل کبھی دیکھا) فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنفُسَكُمْ (اپنے آپ کی بڑائیاں مت جتلاؤ)"۔

حافظ ابن فہد نے لحظ الالحاظ میں آپ کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں شروع کیا ہے:۔
ابن حجر العسقلانی المصری الشافعی الامام العلامة الحافظ فرید الوقت مفخر الزمان بقية الحفاظ علم الائمة الاعلام عمدة المحققين خاتمة الحفاظ المبرزين والقضاة المشهورين ابو الفضل شهاب الدين۔ اور حافظ سیوطی نے ذیل تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح ابتداء کی ہے۔ ابن حجر شيخ الاسلام وامام الحفاظ فی زمانه وحافظ الديار المصرية بل حافظ الدنيا مطلقا قاضی القضاة۔ اور مؤرخ ابن العماد کے یہ الفاظ ہیں شيخ الاسلام علم الاعلام امیر المؤمنين فی الحديث حافظ العصر۔

زود خوانی و زود نویسی

حافظ صاحب کو تیز پڑھنے کی اس درجہ مشق تھی کہ حیرت ہوتی ہے ایک دفعہ صحیح بخاری کو دس نشستوں میں (جو صرف ظہر سے عصر تک ہوتی تھیں) ختم کر ڈالا، اسی طرح صحیح مسلم کو ڈھائی دن میں پانچ نشستوں میں تمام کیا۔ امام نسائی کی سُنن کبریٰ کو بھی دس ہی نشستوں میں ختم کیا، ہر نشست چار ساعت کی ہوتی تھی، سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ اپنے شام کے سفر میں طبرانی کی المعجم الصغیر (جس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب حدیثیں مع اسناد کے مروی ہیں) کو صرف ایک مجلس میں ما بین ظہر و عصر سُنا دیا۔ دمشق میں ان کا دو ماہ دس دن قیام رہا تھا اس اثناء میں اپنے ضروری مشاغل میں مصروفیت اور علمی فوائد نقل کرنے کے علاوہ سَو جلدوں کے قریب کتب احادیث کی اہلِ شام کے لئے قرات کی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس قدر تیز پڑھنا جہاں قابلِ تعریف ہے وہاں اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اس تیزی میں پورے طور پر ضبط الفاظ مشکل ہوتا ہے اور اکثر گڑ بڑ ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر کی تصانیف میں جو اوہام ہیں غالباً اس کا سبب ہی ان کی زود خوانی ہے۔ چنانچہ سخاوی نے اپنی تصنیفات میں ان کی

بہت سی غلطیاں بیان کی ہیں اسی طرح سبط ابن حجر نے النجوم الزاہرۃ فی قضاۃ القاہرۃ میں اپنے جد کی مشہور تصنیف رفع الاصر عن قضاۃ مصر پر خوب تنقید کی ہے اور جا بجا اس کی اغلاط کو واضح کیا ہے بلکہ حافظ صاحب کے نامور شاگرد محدث برہان الدین بقاعی نے تو عنوان الزمان میں آپ کے متعلق یہاں تک لکھ دیا ہے کہ :۔

انہ یغلط ویلج فی غلطہ (غلطی کرتے ہیں اور پھر اس پر مُصر بھی رہتے ہیں)

حافظ صاحب جس طرح زود خواں تھے اسی طرح زود نویس بھی تھے مگر نہایت بدخط تھے اور اس پر طرہ یہ کہ شیوۂ خط یکساں نہ تھا جس کی وجہ سے ان کے خط کا پہچاننا اور پڑھنا سخت دشوار تھا۔ اور پھر مبیضہ تک میں اتنی کاٹ چھانٹ چلتی تھی کہ مسودہ بن کے رہ جاتا تھا۔ حافظ صاحب کے خط کا عکس علامہ راغب طباخ حلبی نے اپنے مطبع علمیہ میں مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح للعراقی کا جو نسخہ طبع کیا ہے اس کے شروع میں دے دیا ہے۔

عہدۂ قضاء

ابتداء میں الملک المؤید نے مملکت شام کا عہدہ قضاء آپ کو پیش کیا اور بار ہا اسکے قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے باصرار تمام اس پیش کش کو رد کر دیا۔ مگر محرم ۸۲۷ھ میں الملک الاشرف برسبای نے جب قاہرہ اور اس کے مضافات کا منصب قضاء آپ کو تفویض کیا تو آپ نے پوری ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ اس منصب کو نبھایا۔ قاہرہ میں آپ کی مدت قضاء حسب تصریح سخاوی اکیس [۲۱] سال ہے مگر اس درمیان میں اس کثرت سے آپ کا عزل و نصب ہوتا رہا کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ بعد کو خود حافظ صاحب کو بھی جیسا کہ سخاوی نے لکھا ہے اس عہدۂ قضاء کے قبول کرنے پر سخت ندامت تھی۔

درس و افتاء

حافظ صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ علم دین خصوصاً حدیث شریف کی خدمت اس کی نشر و اشاعت، درس و تدریس اور تصنیف و افتاء میں بسر ہوا۔ قاہرہ کے بڑے بڑے مدارس میں مدت تک آپ نے تفسیر حدیث اور فقہ کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حسینیہ اور منصوریہ میں تفسیر پڑھائی، بیبرسیہ، جمالیہ، حسینیہ، زینبیہ، شیخونیہ، جامع طولون اور قبہ منصوریہ میں حدیث کا درس دیا، خروبیہ، بدریہ، شریفیہ فخریہ، صالحیہ نجمیہ، صلاحیہ اور مؤیدیہ میں فقہ کی تعلیم دی، بیبرسیہ کے پرنسپل اور شیخ بھی رہے۔ دار العدل میں افتاء کا کام آپ کے سپرد تھا۔ جامع ازہر اور اس کے بعد جامع عمرو بن العاص میں خطیب رہے، محمودیہ میں خازن کتب بھی تھے، ان تمام مصروفیتوں کے باوجود ایک ہزار سے زیادہ مجالس میں اپنے حفظ سے املاء (لکچرس) بھی لکھوائے۔

حُلیہ

صبیح تھے۔ قد میانہ سے کم تھا۔ سر بڑا تھا۔ سپید ریش اور نحیف الجسم تھے، گفتار نہایت فصیح اور

آواز میں درد تھا۔

اخلاق وعادات پاکیزہ اخلاق، شیرین گفتار، متواضع اور حلیم تھے، دوستوں سے مدارات اور حُسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔

زہد وعبادت کھانے پینے اور پہننے میں پوری طرح احتیاط برتتے تھے کثرت سے روزے رکھتے اور خوب عبادت کرتے تھے، تہجّد کا بھی اہتمام تھا۔

آپ کا قلم حجّاج کی تلوار تھا یہ بات عجیب ہے کہ حافظ صاحب کی گفتار میں جس درجہ شیرینی تھی اسی قدر آپ کا قلم زہر فشاں تھا، چنانچہ ملا کاتب چلپی، کشف الظنون میں الجواہر والدر، فی ترجمة شیخ الاسلام ابن حجر پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :۔

کان قلم ابن حجر سیئًا فی مثالب الناس ولسانه حسنا ولیت عکس لیبقی الحسن — ابن حجر کا قلم لوگوں کے معائب بیان کرنے میں خراب تھا اور زبان اچھی تھی، کاش معاملہ اُلٹا ہوتا کہ اچھی چیز باقی رہتی۔

چونکہ بچپن سے شعر وشاعری کا مشغلہ تھا اس لئے مدح وہجا میں شاعروں کی سی بے اعتدالی بات بات پر خردہ گیری اور نکتہ چینی افتاد طبیعت میں داخل تھی یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنے معاصرین یا مشائخ میں سے کسی کا تذکرہ لکھنے کے لئے ہاتھ میں قلم اُٹھاتے ہیں تو ان کے اکرام کا لحاظ کئے بغیر جو جی چاہتا ہے لکھتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ محدّث برہان الدین بقاعی نے عنوان الزمان بتراجم الشیوخ والاعیان میں اپنے اُستاذ کے اس طرز عمل کا حسب ذیل الفاظ میں نہایت سخت شکوہ کیا ہے :۔

ان فیه من سئ الخصال انه لا یعامل احدًا بما یستحقه من الاکرام فی نفس الامر — ان میں ایک بُری عادت یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ اس اکرام کا معاملہ نہیں کرتے جس کا وہ حقیقت میں مستحق ہوتا ہے۔

خصوصًا حنفی علماء کے تراجم میں تو ان کا قلم سفاکی میں حجاج کی تلوار سے کم نہیں ہوتا، مشاہیر ائمہ احناف میں سے (باستثناء امام ابوحنیفہؒ) شاید ہی کوئی بچا ہو جو آپ کی سنانِ قلم سے گھایل نہ ہوا ہو۔ ذرا لسان المیزان (جو فنِ رجال میں حافظ صاحب کی مشہور تصنیف ہے) ہاتھ میں اُٹھا لیجئے۔ اور امام ابو یوسفؒ امام زفرؒ امام محمدؒ امام حسن بن زیادؒ اور امام طحاویؒ وغیرہ کا تذکرہ دیکھئے کہ ان جیسے ائمہ کے بارے میں بھی انھوں نے کیا کمی اٹھار کھی ہے، حافظ عصر مولانا انور شاہ کشمیری نے آپ کے بارے میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ :۔

بقی الحافظ ابن حجر وهو ضر الحنفیة بما استطاع حتی انه جمع مثالب الطحاوی — باقی رہے حافظ ابن حجر تو ان سے جہاں تک بن سکا حنفیہ کو ضرر ہی پہنچایا حتے کہ انھوں نے امام طحاوی کے بھی مثالب

والطعون فیہ مع ان اباجعفر امام عظیم لم یبلغ الی احد من ائمۃ الحدیث خبرہ الاحضر عندہ بمصر وجلس فی حلقۃ اصحابہ وتلمذ علیہ (فیض الباری ج ۱ صفحہ ۱۷۰)

ومطاعن جمع کر دیئے حالانکہ امام ابوجعفر طحاوی بہت بڑے امام ہیں جن کی یہ شان تھی کہ ائمہ حدیث میں سے جس کو بھی ان کی خبر ملی ان کی خدمت میں مصر حاضر ہوا اور ان کے حلقہ تلامذہ میں بیٹھ کر ان کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا۔

حافظ صاحب کی دوسری کتاب الدرر الکامنہ فی اعیان القرن الثامنہ ہے جس میں آپ نے آٹھویں صدی کے علماء کا تذکرہ لکھا ہے یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔ حافظ صاحب کا جب انتقال ہوا تو یہ کتاب مسودہ کی صورت میں تھی۔ حافظ سخاوی نے اس کی تبییض کی تو باوجودیکہ سخاوی حافظ صاحب کے مایۂ ناز شاگرد ہیں اور ساتھ ہی ساتھ استاد کے حد درجہ عقیدت کیش بھی تاہم ان کو بھی اپنے اُستاد کے اس طرز عمل پر جابجا تنبیہ کرنی پڑی چنانچہ شیخ حسین بن علی بن الحجاج العنفاقی الحنفی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

اھملہ شیخنا علیٰ عادتہ فی الحنفیۃ مع تقدمہ فی العلم۔ (الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۶)

ہمارے شیخ نے جیسا کہ ان کی حنفیہ کے بارے میں عام عادت ہے باوجود ان کے تقدم علمی کے ان کا تذکرہ ہی مہمل رکھا۔

اسی طرح علامہ جمال الدین عبد اللہ بن محمد بن احمد حسینی نیشاپوری حنفی کے تذکرہ میں حافظ صاحب کی انباء الغمر سے ان کے کچھ حالات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

ثم نکت علیہ علیٰ عادتہ فی تغلیب التنکیت علی الحنفیۃ فقال کان یتشیع (الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۲۸۸)

پھر ہمارے شیخ نے اپنی اسی عادت کے مطابق کہ وہ اکثر حنفیہ پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں ان پر بھی نکتہ چینی کی اور کہدیا کہ ان میں تشیع تھا۔

اور قاضی القضاۃ علامہ محب الدین محمد بن الشحنہ اپنی شرح ہدایہ کے مقدمہ میں حافظ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وکان کثیر التنکیت فی تاریخہ علیٰ مشائخہ واحبابہ واصحابہ لاسیما الحنفیۃ فانہ یظھر من زلاتھم ونقائصھم التی لایعری عنھا غالب الناس مایقدر علیہ ویغفل ذکر محاسنھم وفضائلھم الا ما الجأتہ الضرورۃ الیہ فھو سالک فی حقھم ما سلکہ الذھبی فی حقھم و حق الشافعیۃ حتی قال السبکی انہ لاینبغی ان یوخذ

ابن حجر اپنی تاریخ میں اپنے مشائخ، احباب واصحاب پر بہت سخت گیر ہیں خصوصاً حنفیہ کے بارے میں تو ان کا طرز عمل یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے ان کی ان لغزشوں اور کمزوریوں کو کہ جن سے عام طور پر لوگ خالی نہیں ہوتے ظاہر کرتے رہتے ہیں اور جب تک کسی ضرورت سے مجبور نہ ہوں ان کے محاسن اور فضائل کے ذکر سے غفلت برتتے ہیں، حنفیہ کے بارے میں ان کا سلوک وہی ہے جو حنفیہ اور شافعیہ کے بارے میں ذہبی کا ہے یہاں تک کہ سبکی کو کہنا پڑا کہ

من کلامہ ترجمۃ شافعی ولا حنفی، وکذا لا ینبغی ان یوخذ من کلام ابن حجر ترجمۃ حنفی متقدم ولا متاخر اھ
کسی شافعی اور حنفی کا تذکرہ ذہبی کے کلام سے نہیں لینا چاہیئے۔ پس اسی طرح ابن حجر کے کلام سے بھی کسی حنفی کا تذکرہ نہیں لینا چاہیئے خواہ وہ متقدمین سے ہو یا متاخرین میں سے۔

یہ بھی واضح رہے کہ پہلے حافظ صاحب کو حنفی مذہب سے اس کے اصول و فروع کے مطابق ہونے کی وجہ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ اپنے حنفی ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے لیکن بعد کو ایک خواب کے دیکھ لینے سے یہ ساری عقیدت مخالفت میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔ یہ سارا قصہ خود حافظ صاحب ہی کی زبان سے سُننے کے لائق ہے۔ جس کو انھوں نے اپنی مشہور کتاب المجمع المؤسس للمعجم المفہرس میں ابن البرہان ظاہری کے تذکرہ میں تفصیل سے حوالۂ قلم کیا ہے فرماتے ہیں :۔

"میں نے ابن البرہان کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا تم تو مر چکے کہنے لگے ہاں، میں نے دریافت کیا حق تعالےٰ کا تمہارے ساتھ کیا معاملہ رہا۔ اس پر ان کی حالت متغیر ہو گئی اور مجھے خیال ہوا کہ یہ چل بسے بعد کو جب انھیں افاقہ ہوا تو کہنے لگے اب تو ہم بخیریت ہیں مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم پر عتاب فرماتے ہیں میں نے پوچھا کس لئے؟ کہنے لگے اس لئے کہ تم حنفیہ کی طرف مائل ہو۔ بیدار ہوا تو سخت متعجب تھا کیونکہ میں بہت سے حنفیہ سے یہ کہہ چکا تھا کہ انی لاود لو کنت علے مذہبکم (بلاشبہ میری یہ خواہش ہے کہ کاش میں تمھارے مذہب پر ہوتا) اور جب انھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیوں تو میں نے ان سے کہا تھا لکون الفروع مبنیۃ علی الاصول (اس لئے کہ اس مذہب کے فروع اصول پر مبنی ہیں) اب میں نے اپنی اس حرکت پر اللہ تعالےٰ سے استغفار کیا۔"

یہ ابن البرہان مشہور ظاہری ہیں پہلے شافعی تھے پھر سعید نحوی کی صحبت سے ظاہری مذہب کی طرف مائل ہوئے اور ابن حزم کے مسلک کو اختیار کیا بعد کو ابن تیمیہ کی کتابیں نظر سے گزریں تو ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں مانتے تھے طبیعت میں حوصلہ موجود تھا، سلطنت کا خواب دیکھنے لگے لیکن چونکہ صاحب منصب و مال نہ تھے کنبہ قبیلہ بھی موجود نہ تھا مجبور تھے آخر اسی مقصد کے لئے ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا اور شام و خراسان کے بہت سے لوگ ان کے دامِ فریب میں آگئے مگر جلد ہی حمص میں مع اپنی جماعت کے گرفتار کر لئے گئے اور پھر پابزنجیر ان کو مصر لایا گیا اور الملک الظاہر برقوق نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے بہت ڈانٹا اور ان کے سب ساتھیوں کو کوڑوں سے پٹوایا پھر انھیں مدت دراز کے لئے قید خانہ میں ڈال دیا بعد کو سنہ ۷۹۱ھ میں رہا ہوئے اور پھر کبھی سر نہ اُٹھایا آخر سنہ ۸۰۸ھ میں اسی حالتِ خمول میں انتقال کیا۔ تاریخ میں ان کا یہ فتنہ "فتنہ ابن البرہان ظاہری" کے عنوان سے مشہور ہے۔

تعجب ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نے بایں ہمہ علم و فضل و وسعتِ نظر محض ابن البرہان جیسے شخص کو خواب میں دیکھ لینے اور اسکے ایک بات کہدینے سے مسائل علمیہ میں قطعی فیصلہ کس طرح کر لیا فسبحان قاسم العقول۔

وفات

ذی قعدہ ۸۵۲ھ میں اسہال لاحق ہوا خون بھی تھوکتے جاتے تھے بیماری کا سلسلہ ایک ماہ سے زائد ممتد رہا آخر ذی الحجہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سینچر کی رات میں نماز عشاء کے بعد اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ انتقال اپنے ہی گھر میں ہوا جو مدرسہ منکوتمریہ کے قریب اندرون بابِ القنطرہ[1] واقع تھا، سینچر کے دن نماز ظہر سے ذرا پہلے قاہرہ کے باہر رمیلہ کے مصلی المومنین[2] میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، جنازہ میں بڑا ہجوم تھا، خلیفہ وقت المستکفی باللہ عباسی اور الملک الظاہر سلطان جقمق مع ارا کین و عمائد سلطنت حاضر تھے اُمراء و اکابر کا یہ حال تھا کہ کاندھا دینے کے لئے جنازہ پر ٹوٹے پڑتے۔ آخر سلطان نے خلیفہ کو آگے کیا اور امیر المومنین نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی، ابن طولون کا بیان ہے کہ شیخ علم الدین بلقینی نے خلیفہ کی اجازت سے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اسکے بعد آپ کی نعش کو اُٹھا کر قرافہ صغریٰ میں لائے اور جامع دیلمی کے بالمقابل بنو الخروبی کے قبرستان میں اس علم کے شہاب ثاقب کو سپرد خاک کیا گیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ وغفرلہ مغفرۃ جامعۃ۔

وفات سے چند روز پہلے قاضی القضاۃ سعد الدین بن الدیری حنفی عیادت کے لئے تشریف لائے حافظ صاحب کی مزاج پُرسی کی تو آپ نے جواب میں امام ابو القاسم زمخشری حنفی کے قصیدہ کے چار شعر آپ کو سنائے:۔

قَرُبَ الرَّحِیْلُ اِلٰی دِیَارِ الْاٰخِرَۃ ۔۔۔ فَاجْعَلْ اِلٰھِیْ خَیْرَ عُمْرِیْ اٰخِرَہ

دیارِ آخرت کا سفر قریب ہے ۔۔۔ سو اے میرے اللہ میری عمر کا آخری وقت سب سے اچھا کردے

وَارْحَمْ مَبِیْتِیْ فِی الْقُبُوْرِ وَوَحْدَتِیْ ۔۔۔ وَارْحَمْ عِظَامِیْ حِیْنَ تَبْقٰی فَاخِرَہ

قبرستان میں میری فرودگاہ شب پر رحم کر، میری تنہائی پر رحم کر ۔۔۔ میری ہڈیوں پر رحم کر جب کہ وہ بوسیدگی سے ریزہ ریزہ ہو کر باقی رہ جائینگی

فَاَنَا الْمُسَیْکِیْنُ الَّذِیْ اَیَّامُہٗ ۔۔۔ وَلَّتْ بِاَوْزَارٍ غَدَتْ مُتَوَاتِرَہ

سو میں وہ بیچارہ مسکین ہوں کہ جس کے ایام ۔۔۔ زندگی متواتر گناہوں میں کٹتے چلے گئے

فَلَئِنْ رَّحِمْتَ فَاَنْتَ اَکْرَمُ رَاحِمٍ ۔۔۔ فَبِحَارُ جُوْدِكَ یَا اِلٰھِیْ زَاخِرَہ

اب اگر تو نے رحم فرمایا تو تو ہر رحم کرنے والے سے کریم تو ہے ۔۔۔ اور تیری بخشش کے سمندر تو اے میرے اللہ امنڈتے ہی رہتے ہیں۔

آپ کی وفات پر بڑے بڑے ادباء و فضلاء نے نہایت دردناک مرثیے لکھے ہیں۔ مشہور ادیب شہاب الدین ابو الطیب احمد بن محمد معروف بہ حجازی انصاری نے بھی آپ کا بڑا لمبا مرثیہ لکھا ہے جس میں

[1] باب القنطرہ قاہرہ کا مشہور دروازہ ہے۔ [2] یہ وہ مقام تھا جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی تھی۔

اشعار بالا کی تضمین کر دی ہے، اس کا مطلع یہ ہے :۔

کل البریۃ للمنیۃ صائرۃ — وقفولها شیئاً فشیئاً سائرہ

یہ پورا مرثیہ حافظ ابن فہد نے اپنی کتاب لحظ الالحاظ میں نقل کر دیا ہے۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے متجاوز ہے، یہ اگرچہ بیشتر حدیث رجال اور تاریخ سے متعلق ہیں لیکن ان میں بہت سی تصانیف ایسی بھی ہیں کہ ان میں ادب، فقہ اصول اور کلام کے مباحث بھی آگئے ہیں، یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آپ نے اپنی حدیث اور رجال کی کتابوں میں حنفی حفاظ حدیث بالخصوص حافظ مغلطائی حنفی اور حافظ جمال الدین زیلعی حنفی کی تصانیف سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور غنیمت ہے کہ اس کا حافظ صاحب کو خود بھی اعتراف ہے[1] بلکہ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ اور الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف، تو تمامتر امام زیلعی کی تخریج ہدایہ اور تخریج کشاف ہی کی تلخیص ہیں، حافظ صاحب کی تصانیف کے بارے میں بجائے اس کے کہ کسی دوسرے شخص سے اس بارے میں کچھ نقل کیا جائے خود ان کی ہی رائے پیش کرنا مناسب ہے کہ ؎

تصنیف را مصنف نکو کند بیان۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے۔

سمعتہ یقول لست راضیاً عن شیٔ من تصانیفی لانی عملتها فی ابتداء الامر ثم لم یتهیأ لی من تحریرها سوی شرح البخاری ومقدمتہ والمشتبہ والتهذیب ولسان المیزان بل رأیتہ فی مواضع اثنی علی شرح البخاری والتعلیق والنخبۃ ثم قال واما سائر المجموعات فهی کثیرۃ العدد واهیۃ العدد ضعیفۃ القوی ظامیۃ الروی۔

میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی تصانیف میں بجز شرح[1] بخاری، مقدمہ شرح[2] بخاری، مشتبہ[3] النسبہ، تہذیب التہذیب[4] اور لسان[5] المیزان کے اور کسی چیز سے خوش نہیں کیونکہ میں نے ان کو ابتدائی حالت میں مرتب کیا تھا اور پھر ان کو لکھنے کا موقع نہیں ملا بلکہ میں نے حافظ صاحب کو دیکھا کہ آپ نے متعدد مقامات پر شرح[1] بخاری، تعلیق التعلیق اور نخبۃ الفکر کی تعریف کی ہے۔ پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ باقی سب مجموعے گننے میں تو زیادہ ہیں مگر مواد کے اعتبار سے بے کار ہیں۔ قوتوں کے لحاظ سے کمزور اور سیراب کو تشنہ کر دینے والے ہیں۔

حافظ صاحب کی یہ سب کتابیں بجز المشتبہ اور تعلیق کے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ تصانیف مذکورہ کے علاوہ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام بھی حافظ صاحب کی تصانیف میں نہایت

---

[1] اس کیلئے حافظ صاحب کی حسب ذیل کتابوں کے مقدمات ملاحظہ ہوں، تہذیب التہذیب، التلخیص الحبیر، الدرایہ، الکاف الشاف۔

مقبول ومتداول کتاب ہے، جس پر حسبِ ذیل شرحیں لکھی جا چکی ہیں :۔

۱۔ البدر التمام شرح بلوغ المرام از قاضی شرف الدین حسین بن محمد مغربی صنعانی، یہ نہایت مبسوط شرح ہے، علاّمہ امیر یمانی کی شرح اسی کی تلخیص ہے۔

۲۔ سبل السّلام شرح بلوغ المرام از علاّمہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر یمانی المتوفی ۱۱۸۲ھ یہ شرح مصر میں متعدّد بار طبع ہو چکی ہے۔

۳۔ شرح بلوغ المرام از خاتمۃ الحفاظ علاّمہ محمد عابد سندھی حنفی المتوفی ۱۲۵۷ھ یہ شرح تمام نہ ہو سکی۔

۴۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام از سرخیل جماعۃ اہل حدیث نواب صدیق حسن خان المتوفی ۱۳۰۷ھ یہ فارسی زبان میں ہے اس میں حافظ صاحب کی التلخیص الجبیر اور سبل السّلام کے مضامین کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مکرر طبع ہو چکی ہے۔

۵۔ فتح العلام بشرح بلوغ المرام از مولوی نور الحسن بن نواب صدیق حسن خان، یہ کتاب تمامتر امیر یمانی کی سبل السّلام کا سرقہ ہے چنانچہ مصر میں سبل السّلام کے ناشرین نے اس کا شکوہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی سوانح حیات؛ ان کے شاگرد رشید حافظ شمس الدّین سخاوی کے قلم سے ایک بڑی جامع اور مبسوط کتاب نکلی ہے، جس کا نام الجوھر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر، یہ کتاب حسب تصریح سخاوی ایک ضخیم جلد یا دو جلدوں کے قریب قریب ہے۔